www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطاب : حافظ عبدالرحمٰن مدنی
ترتیب : حافظ محمد اسحاق زاہد

تبلیغِ اسلام میں تصادم اور کشمکش کا تصوّر

پاکستان کے اکتوبر ۱۹۹۳ء میں منعقد ہونے والے عام انتخابات کے نتیجے میں سیکولر حلقوں کا اقتدار قائم ہوجانے کو امریکی منصوبے کے ایک حصہ کی تکمیل اس لئے بھی قرار دیا جاتا ہے کہ انتخابات کے فوراً بعد امریکہ اور یورپ کے الیکٹرانک میڈیا اور صحافت نے اپنے تبصروں میں اس امر کو باور کرانے کی بھرپور کوششیں شروع کردیں کہ پاکستان میں اسلام کو سیکولرزم کے مقابلے میں شکست ہوئی ہے جس کا مقصد اسلام پسندوں کو اقتدار سے محرومی کے بعد ذہنی طور پر شکست خوردہ بنانا ہے۔ گذشتہ دنوں اس صورت حال کا جائزہ لینے کے لئے پاکستان کے مختلف مکاتبِ فکر کے علماء اور دانشوروں کا ایک اجتماع مجلس تحقیق اسلامی کے ہال واقع ۹۹۔ جے، ماڈل ٹاؤن لاہور میں منعقد ہوا جس میں ملک بھر کے پچاس کے قریب ممتاز اربابِ علم و دانش اور فکری رہنما شریک ہوئے۔ چار پانچ گھنٹے کی اس طویل نشست میں بڑے منظم طریقہ سے شرکاء کی اکثریت نے اظہارِ خیال فرمایا۔ موضوع "دورِ حاضر میں غلبۂ اسلام کی حکمت عملی" تھا —— ظاہر ہے کہ ملک میں مروّج جمہوری طریقہ انتخاب کے علاوہ دیگر متعدد طرق ہائے دعوت و انقلاب کی ترجمانی بھی کی گئی جس کو آخر میں سمیٹنے کی ذمہ داری میزبانوں کے نمائندہ

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

حافظ عبدالرحمٰن مدنی صاحب کی تھی۔ موصوف نے سات آٹھ مختلف مناہج دعوت و انقلاب کی صف بندی کرتے ہوئے تنظیم اسلامی اور لاہور کے مرکز الدعوۃ والارشاد کے طریق کار کو "ایرانی انقلاب" کے مشابہ قرار دیا کہ اگرچہ یہ انقلاب شیعی امام آیت اللہ خمینی کے ہاتھوں انجام پایا مگر بنیادی طور پر اس انقلاب کی روح تصادم اور کشمکش ہے، اسی طرح مذکورہ بالا دونوں پاکستانی تنظیمیں شعوری یا غیر شعوری طور پر اسی طریقہ کو اختیار کرتے ہوئے اسی تصادم کی طرف آگے بڑھ رہی ہیں۔ بعد ازاں "مجلس تحقیق اسلامی" سے وابستہ، جامعہ لاہور الاسلامیہ سے متعلقہ بعض حضرات نے اس نظریہ پر طلبہ کے سامنے تفصیلی تبصرہ کی تجویز پیش کی۔ کیونکہ تنظیم اسلامی اور مرکز الدعوۃ والارشاد دونوں اپنے طریق کار کو "جہاد" سے موسوم کرکے منہج نبوی قرار دیتے ہیں اگرچہ عملی طور پر اوّل الذکر کا میدانِ عمل مسلمانوں کے ملک میں داخلی انقلاب ہے اور ثانی الذکر بیرون ملک گوریلا سرگرمیوں میں شرکت کے علاوہ اندرونِ ملک "دعوت" میں تشدد اور کشمکش کو فروغ دینے کے لئے سرگرداں ہے۔ چنانچہ حافظ مدنی صاحب نے جامعہ ہذا میں مورخہ ۸۔ دسمبر ۱۹۹۳ء بروز بدھ کو اپنے عمومی خطاب میں بالخصوص مرکز الدعوۃ کے تبلیغی طریق کار کے پیش نظر "تبلیغ اسلام میں تصادم اور کشمکش کے تصور" پر روشنی ڈالی۔ انہی نکات پر مبنی یہ تحریر مناسب ترتیب و تفہیم کے ساتھ پیش خدمت ہے۔

اس تبصرہ کی تمہید میں ہی یہ بات پیش نظر رہے کہ اسلام کا مزاج سلامتی و امن کا ہے لہٰذا اس کا تصورِ "جہاد" بھی منفی نہیں بلکہ مثبت ہے جس کا مقصد تو اعلائے کلمۃ اللہ یا دوسرے لفظوں میں "کفر و اسلام کی کشمکش میں غلبۂ دین" ہی ہے جو انتہائی شکل میں بسا اوقات (۱) تشدد اور مسلح تصادم کی شکل اختیار کرنے پر مجبور بھی ہوتا ہے لیکن جہاد کے علاوہ مسلمانوں کے مابین دعوت میں بھی تشدد کا رویہ چھا جائے تو تبلیغِ دین افراط و تفریط کا شکار ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ حالات کے رد عمل میں بظاہر نوجوانوں کے جذبات بھلے معلوم ہوتے ہیں اور ان کی قربانیاں ایمان پرور نظر آتی ہیں لیکن تشدد اور انتہاپسندی کے مظاہروں سے جو حلیۂ اسلام صرف جدل (مناظرہ اور کشمکش) کی مثال بنتا ہے اس کے نتائج مسلمانوں میں باہمی اجتہادی اختلافات کو حل کرنے میں تحسین افروز نہیں ہوتے بلکہ یہی رویہ پختہ ہو کر ہر مسئلہ کو تشدد سے حل کرنے بلکہ مسلمانوں میں باہمی قتل و قتال (۲) کا پیش خیمہ بن سکتا ہے اعاذنا اللہ منہ (ح۔م)

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

اس وقت پاکستان کی معاشرتی حالت خاصی دگرگوں ہے۔ سیاسی فضا میں غلاظت اور تعفن پایا جاتا ہے۔ سماجی اور سیاسی طور پر ایسی ایسی خرابیاں جڑ پکڑ چکی ہیں کہ جن کی اصلاح کے لئے حاملینِ دین اگر سنجیدگی سے کوشش نہیں کرتے تو ممکن ہے کہ پاکستان اس وقت جس عذاب سے دو چار ہے، اس سے کہیں زیادہ بڑا عذاب ہم سب کو دبوچ لے۔ نسأل اللہ العافیۃ

تحریکوں کے لئے منہاجِ نبوت سے مطابقت ضروری ہے:

فرد کے ساتھ ساتھ معاشرے میں پائے جانے والی امراض کے علاج کے لئے بنیادی طور پر اسی جذبے، لگن اور ہمدردی کی ضرورت ہوتی ہے جو ایک کامیاب طبیب بیماریوں کی آماجگاہ بننے والے مریض کے علاج میں رکھتا ہے اور انبیاء کے طریق پر اقامتِ دین کی مساعی میں ایسا رہنما ہی سرخرو ہو سکتا ہے۔ اس وقت پاکستان میں متعدد افراد اور متنوع تنظیمیں انفرادی اور اجتماعی طور پر معاشرے کو شیطانی جراثیم سے پاک کرنے اور دین کو غالب کرنے کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ مروجہ انتخابی سیاست سے قطع نظر دعوت و جہاد کے نام پر کام کرنے والی تمام تحریکوں کا یہی دعویٰ ہے کہ وہ منہجِ نبوت کے مطابق کام کرتی ہیں، اس نعرہ اور اعلیٰ مقصد کے دعویٰ میں تو کسی مسلمان کے لئے کلام کی کوئی گنجائش نہیں اور دعوت و جہاد کے الفاظ کے استعمال میں بھی شبہ نہیں کیا جا سکتا

---

(۱) ظلم و بغاوت کے خاتمہ کے لئے قرآن کریم میں ہے: ﴿إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾ (الشوریٰ: ۴۲)

(۲) حال ہی میں ایک عالمی خبر رساں ایجنسی کی اطلاع کے مطابق سوڈان کے ایک مشہور اہل حدیث عالم ابو زید مصطفیٰ پر چند متشدد اہلحدیث نوجوانوں نے جمہوریت کے بارے میں نرم رویہ رکھنے کے جرم کی بنا پر قاتلانہ حملہ کیا جس میں مذکورہ عالم دین تو بچ گئے لیکن دیگر چودہ اہل حدیث اس دہشت گردی کا شکار ہو کر راہئ ملک عدم ہو گئے: —— انا للہ وانا الیہ راجعون!

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

لیکن اس بارے میں دو باتیں مدنظر رہنی ضروری ہیں ایک یہ کہ دعوت و جہاد کی بحث کا تعلق منہاجِ شریعت [۳] سے ہے، مناسکِ شریعت سے نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں اسلام کے ارکانِ خمسہ (کلمۂ طیبہ، نماز، روزہ، حج اور زکوۃ) میں شامل نہیں کیا گیا کیونکہ دعوت و جہاد بذاتِ خود عبادت نہیں بلکہ یہ اپنے اعلیٰ مقصد اور طریقِ کار کی صحت کی بنا پر اسلام میں ایک مقام پیدا کرتے ہیں دوسری بات یہ کہ دعوت و جہاد کے الفاظ تو سب استعمال کرتے ہیں لیکن ان کے مناہج مختلف ہونے کی بناء پر ہی وہ تحریکیں متعدد کہلاتی ہیں۔ لہٰذا اصل میں یہ پرکھنا چاہیے کہ کون سا طریقہ عملی طور پر منہاج نبوت کے مطابق ہے۔

غلبۂ دین یا اظہارِ حق کا مفہوم کیا ہے؟

ہمارے نزدیک تمام مسالک و مکاتب یا تنظیمیں اور تحریکیں خواہ کسی قسم کے نظریات اور عقائد رکھتی ہوں، اسی طرح وہ جُزوی طور پر دین کو پھیلانے کا کام کرتی ہوں یا کُل دین کی اقامت کی دعویدار ہوں ان کے لئے معیارِ حق انبیاء کی سنت و سیرت سے مطابقت ہے اگرچہ بظاہر قرآن و سنت میں انبیاء کے مناہج مختلف نظر آتے ہیں لیکن دراصل وہ حالات کی مناسبت سے ایک ہی تصویر کے کئی رُخ ہیں یا انہیں ایک ہی طریق کار کی متنوع جہتیں کہا جاسکتا ہے اسی لئے رسول اللہ ﷺ

---

(۳) قرآنِ کریم میں ہے: ﴿ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا ﴾ (المائدہ: ۴۸) ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے ایک شریعت اور ایک راہِ عمل مقرر کی دوسری جگہ ارشاد ہے۔ ﴿ لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ ﴾ (الحج: ٦٧) ہم نے ہر امت کے لئے ایک شریعت (طرزِ عبادت) مقرر کی ہے جسے وہ اختیار کرتے ہیں۔ جس کے بعد کا فقرہ یہ ہے ﴿ وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ ﴾ آپ ﷺ انہیں رب کی طرف دعوت دیتے رہیں۔ پہلی آیت میں اسلام کے دو حصوں شریعت اور طریق کار کو الگ الگ بیان کیا ہے تو دوسری آیت میں شریعت کو "منسک" کے لفظ سے بیان کرکے دعوت کو بطورِ منہاج ذکر کیا ہے۔

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

کو ان کی ہدایت (جو شریعت و منہاج کی جامع ہے) کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے........ ﴿ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ﴾ (الانعام: ۹۰)

لہٰذا یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ تمام انبیاء ایک ہی رستے (اسلام) پر گامزن تھے اور وہ اپنے مشن میں کامیاب بھی گئے ہیں خواہ کسی کے ساتھ کم امتی ہوں یا زیادہ یا کوئی بھی نہ ہو، حدیث میں بعض انبیاء کے پیروکاروں کے لئے "رُھَیط" کا لفظ آیا ہے جس سے چھوٹی ٹولی مراد ہے یعنی رَھْطٌ جس کا اطلاق تینؔ سے لے کر نوؔ تک ہوتا ہے اس کا بھی ادنیٰ حصہ جو کہ فقط چند افراد ہوتے ہیں جو انبیاء پر ایمان لاتے رہے۔ لیکن اس کا مطلب قطعاً یہ نہیں کہ ایسے انبیاء دنیا میں اپنا مشن پورا نہ کر سکے، دین کی مکمل تبلیغ اور اللہ کی حجت قائم کر دینا ہی انبیاء کا مشن رہا ہے اسی کا نام اظہار دین یا غلبۂ حق ہے جو تمام انبیاء کا مشترکہ مشن تھا۔ اور اسی غلبہ کا اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ (۴) بھی کیا ہے

﴿ كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي ﴾ (المجادلۃ: ۲۱)

پیروکاروں کی اکثریت یا اقلیت معیارِ حق نہیں:

چنانچہ آج انتخابی سیاست میں اس بات کی بڑی کوشش کی جاتی ہے کہ جلسے / کانفرنس میں زیادہ سے زیادہ لوگ جمع کر لیئے جائیں۔ پھر ایسے بڑے اجتماعات کو اپنی صداقت و حقانیت کی دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے ان کی دیکھا دیکھی اب بعض دینی جماعتوں نے بھی جمہوری سیاست سے متاثر ہو کر سالانہ اجتماعات کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے اور ان اجتماعات کے اندر ان کی کوشش کوئی

---

(۴) اللہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ میں یہ لکھا رکھا ہے کہ میرے تمام رسول غالب آکر رہیں گے اللہ تعالیٰ نے یہی وعدہ بلا تخصیص اپنے بندوں سے بھی کیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے ـــــ ﴿ وَإِنَّ جُندَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ﴾ (الصافات: ۱۷۳) بے شک ہمارے لشکر غالب رہتے ہیں۔ تاریخ سے عیاں ہے کہ تمام انبیاء کو دنیا میں سیاسی غلبہ حاصل نہیں ہو سکا۔ چنانچہ اس غلبہ سے مراد اظہارِ دین کا وہ مشن ہے جو اتمامِ حجت کی صورت میں زندگی کے تمام شعبوں بشمول سیاست انبیاء کر گئے ہیں۔ اس اعتبار سے وہ ہمیشہ غالب رہے ہیں۔

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

پروگرام دینے کے بجائے زیادہ تر یہی ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ شریک ہو جائیں اور میلے کا ساساں پیدا ہو جائے۔ اسی طرح کوئی تبلیغی جماعت دس بارہ لاکھ افراد کو جمع کر کے میدانِ عرفات کے بعد دوسرا بڑا اجتماع کر لیتی ہے تو کوئی دوسرا گروہ ہزاروں کا اجتماع کر کے لاکھ کی خبر شائع کرانے کو اپنی کامیابی قرار دیتا ہے، حالانکہ ان اجتماعات کے باوجود نہ عوام کی حالت بدلتی ہے اور نہ ملک میں کوئی تبدیلی ہوتی نظر آتی ہے۔ جمہوریت نے سیاست کے اندر جذباتی نعروں اور بلند بانگ دعوؤں کی جو ریت ڈال دی ہے اور جسے قرآن کریم نے ﴿ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ (۵) حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ﴾ (التکاثر: ۱،۲) سے تعبیر کیا ہے، اس نے اسلام پسندوں کو انتخابات میں زیادہ ووٹوں کی امید تو دلائی ہی تھی کہ وہ الجزائر کے انتخابات کو یاد کر کے اسی طرز پر فرنٹ بنانے لگے حالانکہ انہیں یا دلایا گیا کہ ایسے اتحاد (۶) پاکستان میں بن کر حکومتیں بھی کر چکے لیکن ووٹوں کی کامیابی نے اسلام کی عملداری میں پیش رفت نہ ہونے دی۔ بہرصورت الجزائر کے مذکورہ انتخابات نے اسلام پسندوں کی متوقع کامیابی کے خوف سے جمہوریت کے ناخداؤں کے آزادی اور عوامی راج کے دعوؤں کی قلعی کھول دی ہے۔ اللہ کرے کہ تبلیغ و جہاد کے نام پر اجتماعات کرنے والی جماعتیں ان کانفرنسوں سے عوام میں دین کی حقیقی روح ڈال سکیں۔ جہاد کا جذبہ بڑا مبارک ہے لیکن تربیت نہ ہونے کی بناء پر اس کے اثرات بھی مثبت نظر نہیں آرہے، افغانستان سے روس تو نکل گیا لیکن اب مسلمانوں کے باہمی قتال کی صورت "خانہ جنگی" جہاد کا کون سا رنگ دکھا رہی ہے؟ اور پھر شریعت تو نافذ نہ ہو سکی، جمہوریت ہی کے لئے ہاتھ پاؤں مارے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے!

---

(۵) تمہیں آپس میں کثرت کے مقابلہ نے اللہ سے غافل کر دیا یہاں تک کہ قبروں میں جا پہنچے یا قبریں گن گن کر زیادہ مقتولین کا مقابلہ کرنے لگے۔

(۶) پاکستانی انتخابات میں اسلامی جمہوری اتحاد کی کامیابی کی طرف اشارہ ہے جو نواز شریف کی وزارتِ عظمیٰ پر ختم ہوا۔

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

غلبۂ دین کا نبوی منہاج:

انبیاء کرام نے فرد کی اصلاح اور اپنی امتوں میں دین کو غالب کرنے کے لئے جو طریق کار اپنایا، قرآن کریم اُسے "امربالمعروف و نهی المنکر" کا نام دیتا ہے اور یہی اصطلاح دعوت و جہاد کی نسبت زیادہ جامع مانع ہے۔ اس میں قلب و زبان سے لے کر قوت و نفس تک کی تمام محنتیں اور قربانیاں شامل ہیں پھر نیکی کا پھیلاؤ اور بدی میں رکاوٹ کا مقصد بھی انہیں الفاظ میں موجود ہے جو دعوت و جہاد کے الفاظ میں موجود نہیں۔ اسی امت کو خیرِ امت [7] کا لقب دیا گیا ہے جس میں امربالمعروف و نهی عن المنکر کا پھیلاؤ پوری انسانیت تک وسیع ہے اور یہی تمام انبیاءؑ بشمول خاتم النبین ﷺ کا مشن رہا ہے۔ قتال کی صورت میں جہاد، تمام انبیاء کی زندگیوں میں نہیں ملتا بلکہ اس قتال کے لئے نبیوں نے قصداً محنت ہی نہیں کی تھی۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ لاکھوں بنی اسرائیل کی حمایت کے باوجود فرعون سے نہیں ٹکرائے حالانکہ بلا خوف اس کے سامنے کلمۂ حق کہہ کر جہادِ عظیم کرتے رہے۔ اسی طرح اگرچہ قرآن میں امربالمعروف اور نہی عن المنکر کے ساتھ دعوت الی الخیر [8] کا بھی ذکر ہے۔ تاہم اس کا مقصد یہی ہے کہ امربالمعروف و نہی المنکر میں دعوت کا مزاج غالب رہنا چاہیے۔ کیونکہ انبیاء [9] جبر کے داروغے [10] بن کر نہیں آتے بلکہ پوری طرح

---

(۷) قرآن کریم کی آیت ﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾ (آل عمران: ۱۱۰) کی طرف اشارہ ہے۔

(۸) ﴿ وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾ کا فریضہ بجا لائے۔

(۹) ﴿ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ﴾ (ق: ۴۵) اے نبی ﷺ تو ان پر جبر کرنے والا نہیں۔

(۱۰) ﴿ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴾ الغاشیہ: ۲۲) آپ ﷺ ان پر کوئی داروغہ مقرر نہیں ہیں۔

(۱۱) ﴿ فَإِنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴾ (التغابن: ۱۲) پس ہمارے رسول ﷺ پر تو صرف واضح طور پر پہنچا دینا ہے۔

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

طرح ابلاغِ حق [11] سے ان کی ذمہ داری پوری ہو جاتی ہے۔

بعض ممالک میں جہاد کی مخصوص صورت:

دعوتِ اسلام کے مزاج پر کچھ کہنے سے قبل میں بعض ممالک میں جہاد کی مخصوص صورت حال پیش کرنا چاہتا ہوں جو دعوت کے اصل مزاج پر اثر انداز ہو رہی ہے۔ گذشتہ کچھ عرصہ سے بعض ممالک مثلاً افغانستان، بوسنیا، کشمیر میں مسلمان کفار کے ہاتھوں بُری طرح کچلے گئے، ان کی جان و مال اور عزت و آبرو بری طرح پامال ہو رہی ہے لہٰذا علمائے اسلام نے یہ فتویٰ دیا کہ کفار کے حملے کی وجہ سے ان مسلمانوں پر جہاد فرض عین ہو گیا ہے اور دوسرے مسلمانوں پر دامے درمے سخنے ان کی مدد ضروری ہے۔ لہٰذا ان مظلوموں کی حمایت کے لئے جابجا "جہاد کی تحریکیں" کام کر رہی ہیں جن کی صاحبِ خیر مسلمان بالخصوص مال دار ممالک بھرپور مالی مدد کر رہے ہیں دوسری طرف دردِدل رکھنے والے نوجوان جوش و جذبہ سے بھرپور، جسم و جان سے اس جہاد میں شریک ہیں اور آئے دن کفار کے ہاتھوں بے گناہ مظلومین پر نت نئے ستم کے ساتھ ساتھ مجاہدین کی شہادتوں کی خبریں بھی آتی رہتی ہیں جس سے کوئی ہمدرد بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ رسول اللہ ﷺ نے بلاشبہ ایسی موت کو شہادت [12] کی موت قرار دیا ہے جو مسلمان کی جان، مال، عزت کی حفاظت میں جائے۔ لہٰذا ایسی محنت و قربانی کو جہاد قرار دینے میں کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ یہ اسلامی سیاست ہے جس میں دفاع کی خاطر کلاشنکوف، توپ، راکٹ، لانچر، ہیلی کاپٹر اور جو بھی جدید ترین اسلحہ ہو استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس بارے میں اگر کوئی بحث ہو سکتی ہے تو صرف یہی کہ مجاہدین کی مختلف ٹولیوں کو باہم مربوط اور متحد کیسے کیا جائے؟ اسی طرح پچاس کے قریب مسلمان حکومتوں کی ذمہ داری کیا ہے؟ آخر ان اسلامی ملکوں کی لاکھوں کی تعداد میں جو فوجیں ہیں جن پر اربوں کھربوں ڈالر سالانہ خرچ ہوتے ہیں، خاموش تماشائی بنے رہیں یا صرف زبانی جمع خرچ پر اکتفا کرلیں کیونکہ منظم جہاد و قتال نہ ہونے کے سبب بعد میں جو حالات پیدا ہوتے ہیں انہیں کنٹرول کرنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ سُپر قوتیں افراتفری اور دگرگونی حالات سے فائدہ اٹھا کر امن فوج کے نام پر ایسے

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ممالک میں اپنے اڈے قائم کرلیتی ہیں یا جمہوریت کے ڈول ڈال کر مسلمان ٹولیوں کو آپس میں لڑاتی رہتی ہیں۔ افغانستان کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ افغان قوم نے سپرپاور روس کو تو دیس نکالا دے دیا لیکن اب جمہوریت قائم کرنے کے دعووں سے باہمی خانہ جنگی میں مبتلا ہے اور کشمیر کی صورتحال بھی یہی نظر آرہی ہے کہ کشمیریوں کی Third Option[۱۳] کے لئے ذہن سازی کی جارہی ہے۔

اسلامی تبلیغ ودعوت کا مزاج:

جہاد کے مذکورہ بالا پس منظر میں بعض تحریکیں جو جہادی سرگرمیوں میں مصروف ہونے کے ساتھ ساتھ تبلیغ ودعوت کا کام بھی کرنا چاہتی ہیں ان پر قتال کی صورت ان جہادی کاروائیوں نے یہ اثر ڈالا ہے کہ وہ تبلیغ ودعوت میں بھی یہی تصادم اور کشمکش کا رویہ اپنا رہی ہیں جبکہ اسلام کو ایک عسکری دین (Millitant Relegion) کے طور پر پیش کررہی ہیں حالانکہ یہ بات درست نہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلتا ہے۔ یہ لوگ جہاں کلاشنکوف کو اپنا شعار (Symbol) بنائے ہوئے ہیں وہاں یہ نعرہ بھی لگاتے ہیں —— "اسلام تلوار کے زور سے پھیلا"

ہم غلبۂ دین کے نبوی منہاج کی بحث میں یہ واضح کرچکے ہیں کہ امربالمعروف ونہی عن المنکر جو اسلام کے تصور جہاد پر بھی مشتمل ہے، اس کے ساتھ دعوت وتبلیغ کا اضافہ اس لئے کیا گیا ہے کہ اس کے اندر دعوتی مزاج غالب رہنا چاہیے جس کا طرۂ امتیاز انسانی ہمدردی، محبت اور حسن اخلاق ہے، تلوار کے جبر کے بجائے انہی اخلاقی قدروں سے اسلام پھیلتا ہے۔ اسلام میں دعوت کا

---

(۱۲) ﴿ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ نَفْسِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ عِرْضِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ ﴾ جو شخص اپنے مال یا جان یا عزت کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے، وہ شہید ہوتا ہے۔

(۱۳) کشمیر نہ پاکستان کا ہو اور نہ بھارت کا بلکہ خود مختار آزاد ملک۔ گویا امریکہ کے رحم وکرم پر اس کے فوجی اڈوں کے طفیل!

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

مزاج تصادم پیدا کر کے کشمکش بپا کرنے کا نہیں ہے۔ بلکہ قتال تو دین میں دفاع کے لئے آخری وہ حربہ ہے جو تبلیغ کی ناکامی کی صورت میں اختیار کیا جاتا ہے لہٰذا وہ ہمیشہ غیروں (کفار) کے خلاف ہوتا ہے، مسلمانوں میں تبلیغ کے لئے ذریعہ نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَشِدَّآءُ عَلَى ٱلْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ﴾ (الفتح: ۲۹)

"یعنی مسلمان کافروں کے خلاف سخت گیر اور آپس میں رحمدل ہیں"

حضور اکرم ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے مسلمان تو درکنار منافقوں کے خلاف بھی تشدد کا رویہ اپنانے کی اجازت نہیں دی۔ کتنی بار ایسا ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے کہا: یارسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیجئے۔ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں لیکن آپ ﷺ کا رویہ درگذر کر دینے اور صلح صفائی کا رہا۔ قرآن مجید میں بھی آپ ﷺ کے لئے یہی حکم ہے: ﴿ خُذِ ٱلْعَفْوَ وَأْمُرْ بِٱلْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ ٱلْجَاهِلِينَ ﴾ (الاعراف: ۹۹) اے نبی، معافی کا رویہ اختیار کر، بھلائی کا حکم دے اور جاہلوں سے درگذر کر۔ آپ ﷺ کے اخلاق کی یہ عظمت تھی کہ بڑے بڑے سخت دل آپ ﷺ کے اخلاق و کردار سے متاثر ہو کر مسلمان ہوجاتے رہے، یہ بھی آپ ﷺ کا معجزہ تھا۔

دعوت کی تمہید انسانی ہمدردی اور خدمت ہے:

اسلام میں دعوت کا مزاج سمجھنے کے لئے انبیاء کی زندگی کا نقشہ سامنے رہنا چاہیے۔ انسانی ہمدردی اور جذبۂ خدمت وہ طرۂ امتیاز ہے جو ان کا ہمیشہ سارا بنا رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ پر جب غار حرا میں پہلی وحی نازل ہوئی تو آپ ﷺ گھر اس حالت میں پہنچے کہ خوف و پریشانی سے تھرا رہے تھے اور تیز بخار ہوگیا تھا آپ ﷺ کی گھبراہٹ کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ موت واقع ہونے کا خدشہ محسوس کر رہے تھے لیکن حضرت خدیجۃ الکبریٰ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے جن الفاظ میں آپ ﷺ کو تسلی دی وہ آپ ﷺ کی رفاہی زندگی کا ایک بہترین نقشہ پیش کرتی ہے، آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

وَاللّٰهِ لَا يُخْزِيكَ اللّٰهُ اَبَدًا، اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَ تَصْدُقُ الْحَدِيثَ، وَ تَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ، وَ تَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ (بخاری: ابواب بدء الوحی)

"اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا کیونکہ آپ ﷺ تو صلہ رحمی کرنے والے، سچ بولنے والے، دوسرے کا بوجھ بانٹنے والے، غریب کو کما کر دینے والے (یا غریب کے لئے ذریعہ کمائی مہیا کرنے والے)، مہمان نوازی کرنے والے، اور راہِ حق میں پیش آنے والی مصیبتوں میں مدد کرنے والے ہیں"

ام المومنین رضی اللہ عنہا کے یہ الفاظ اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے بلند ترین اخلاق و کردار سے لوگوں کو رام کیا نہ کہ تلوار کے جبر سے اصلاح معاشرہ کی کوشش فرمائی۔

اسلام "تصادم سے بچاؤ" کی تعلیم دیتا ہے:

باقی رہا تصادم کی فضا کو پیدا کرنا یا معاشرے میں کشمکش بپا کرنے کی محنت کرنا، اسلامی تعلیمات اس رویہ کو پسند نہیں کرتیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿ لَاتَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ، وَسَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ، فَاِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوْا...... الحدیث (بخاری)

"دشمن سے مڈبھیڑ کی کبھی آرزو نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ سے عافیت (تصادم سے بچاؤ) مانگا کرو البتہ اگر دشمن کا سامنا ہو جائے تو ثابت قدم رہو"

معلوم ہوا کہ جب دشمن سے ٹکراؤ کی آرزو بھی منع ہے تو ٹکراؤ کے لئے خود حالات پیدا کرنا بالاولیٰ ممنوع ہوا۔ ہاں! اگر حالات ایسے پیدا ہو جائیں جیسا کہ بسا اوقات پیدا ہو جایا کرتے ہیں تو اس وقت ڈٹ جانے کا حکم ہے۔ یہ مضبوطی بھی صرف تلوار اٹھا کر ہی نہیں ہوتی بلکہ اعلانِ حق کی صورت میں بھی ہوتی ہے اور وہی افضل الجہاد ہے جیسا کہ حدیث میں ہے: اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ" (رواہ اصحاب السنن) ظالم حاکم کے پاس کلمۂ حق کا اعلان بہترین جہاد

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ہے۔ بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام ایسے موقعوں پر ایسا رویہ اختیار کرتے ہیں کہ "ضد" ٹوٹے اور حق پر غور و فکر کی راہ نکل آئے جیسا کہ قرآن کریم میں بنی اسرائیل کے بعض انبیاء کو ان کے مخالفین نے جھٹلانے کی یوں حجت نکالی کہ تم تو ہماری طرح کے انسان ہو لہٰذا نبی نہیں ہو سکتے۔ اس کے بالمقابل نبیوں نے جو انداز اختیار کیا وہ ضد سے بچ کر سچائی پر توجہ دلانے کا ہے، ارشاد ہے:

﴿ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَاۤءُ مِنْ عِبَادِهٖ ﴾

"ہم تمہاری طرح کے انسان ہی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے پر چاہے (اپنا نمائندہ بنا کر) احسان کر سکتا ہے" (ابراہیم: ۱۱)

انبیاء کا مذکورہ رویہ تصادم اور کشمکش سے بچنے کی انتہائی کوشش ہے کہ مخالفین میں ضد بھی پیدا نہ ہو اور حق بھی نہ چھپے۔ چونکہ انسان میں خیر و شر کی دونوں حسیں پائی جاتی ہیں جب کسی کے جذبات کے خلاف کوئی بات کہی جاتی ہے تو فوراً شر کی حس بھڑک اٹھتی ہے اور اسے تشدد پر ابھارتی ہے۔ انبیاء حق کے اظہار کے وقت ایسی نفسیات کا خصوصی دھیان رکھتے ہیں جس میں خیر کی بجائے شر کی حس بیدار ہو۔ لہٰذا وہ کشمکش سے کنی کترا کر خیر کی حس کو غور و فکر کی طرف لانے کے لئے کوشاں ہو جاتے ہیں اور انسانی ہمدردی اور خدمت کا مسلسل عمل بھی ان کا معاون بنتا ہے۔ جیسا کہ دعوت کی تمہید میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔ بلکہ بسا اوقات وقتی طور پر شر کو برداشت بھی کر لیا جاتا ہے جیسا کہ ۹ ہجری میں جب مشرکین حجِ بیت اللہ کے لئے آئے تو فتح مکہ کے بعد مسلمانوں کو جوش آیا کہ ہم ان مشرکین کو بیت اللہ سے روک کر ۶ ہجری (صلح حدیبیہ کے سال) کا بدلہ لے سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں انہیں نہ صرف اس سے روکا بلکہ مشرکوں کے عمل (زیارت بیت اللہ) کو "خیر" قرار دیا اور ان سے تعاون کی تلقین فرمائی۔ قرآن کے الفاظ یوں ہیں:

﴿ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ﴾ (المائدہ: ۲)

"تم مسلمانوں کو کسی قوم کی دشمنی، زیادتی پر نہ بڑھکائے کہ ان (کافروں) نے تمہیں مسجد حرام سے روکا تھا، چنانچہ تمہیں بھلائی اور تقویٰ پر تعاون کرنا چاہیے"

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ظلم و ستم اور جبر و تشدد کے بالمقابل رحم دلی اور نرمی ہی وہ ہتھیار ہے جس سے انبیاء لیس ہوتے ہیں۔ غور فرمائیے کہ موسیٰ علیہ السلام تو فرعون کے گھر میں پلے بڑھے تھے اور ان کی قوم بنی اسرائیل لاکھوں افراد پر مشتمل تھی لیکن موسیٰ علیہ السلام نہ تو حکومت کے دعویدار بن کر فرعون سے ٹکرائے اور نہ ہی فرعون کے ظلم و ستم کے خلاف بنی اسرائیل کو بھڑکا کر فرعون سے اُلجھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرعون کے تشدد کے باوجود نرم رویہ اختیار کرنے کا حکم دیا، ارشاد ہے:

﴿ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴾ (طہٰ: ۴۴)

"(اے موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام) فرعون سے نرم بات کرنا شاید اسے سوجھ آئے یا ڈر جائے"

سچ پوچھئے تو جہاد "صبر" کی تربیت کے بغیر، خطرہ ہے کہ فساد بن جائے۔ فرعون کا بنی اسرائیل پر جبر و ظلم ضرب المثل ہے لیکن اس کے لئے موسیٰ علیہ السلام کی کتنی تربیت کی گئی، یہی تعلیم امتِ محمدیہ کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ فرماتے ہیں:

﴿ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ ـــــــ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴾ (الرعد: ۲۲)

"اور جن لوگوں نے اپنے رب کے چہرہ کی تلاش (یعنی اس کی رضا کے حصول) میں صبر کیا، تو وہ نماز قائم کرتے، چھپا کر اور علانیہ رب کے دیئے ہوئے مال میں سے خرچ کرتے۔ اور برائی کا علاج نیکی سے کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے ہی بھلا انجام ہے"

مذکورہ آیت میں مومنوں کے اچھے انجام کے لئے صبر کی وہ صورتیں بیان کی گئی ہیں جو وہ اختیار کرتے ہیں ان میں نماز و صدقات کے علاوہ برائی کا مداوا بھلائی سے کرنے کا اہم کردار پیش کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ سختی کے بالمقابل برداشت کا رویہ ہی وہ صبر ہے جو کامیابی پر منتج ہوتا ہے۔

(۲) اس کا ذکر ایک دوسری جگہ یوں کیا گیا ہے:

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

﴿ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ کَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ وَمَا یُلَقّٰهَا اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَمَا یُلَقّٰهَا اِلَّا ذُوْحَظٍّ عَظِیْمٍ ﴾

"برائی کا دفاع بہترین بھلائی سے کر، چنانچہ جس شخص کی تیرے ساتھ عداوت ہے وہ تیرا گہرا دوست بنے گا تاہم یہ رویہ صرف صبر کرنے والے اور صاحبِ قسمت لوگ اپناتے ہیں" (حم السجدہ: ۳۴-۳۵)

ان دونوں آیات میں ایک سچے داعی الی اللہ کو جس حُسنِ اخلاق کی ضرورت ہے، اس کی تعلیم دی گئی ہے، ایک مؤمن کا یہ نظریہ ہونا چاہیے کہ برائی کا جواب برائی سے نہ دے بلکہ جہاں تک گنجائش ہو برائی کے مقابلے میں بھلائی سے پیش آئے، اگر کوئی سخت رویہ اختیار کرے تو اس کے مدمقابل وہ طرز اختیار کرے جو اس سے بہتر ہو، انتہائی صبرو استقلال کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو سنبھال کر رکھے اور تصادم سے بچنے کی جدوجہد کرے۔ ہاں اگر تصادم ہو جائے تو ڈٹے رہنا چاہیے اور اگر کشمکش کی صورت پیدا ہو جائے تو اپنے موقف کو چھوڑنا نہیں بلکہ مضبوط اور ثابت قدم رہنا لازم ہے، تاہم اس میں بھی حُسنِ سلوک کا پہلو ترک نہیں کرنا چاہیے۔ ارشادِ باری ہے:

﴿ وَاِنْ جَاهَدَاکَ عَلٰۤی اَنْ تُشْرِکَ بِیْ مَا لَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا ﴾ (لقمان: ۱۵)

"یعنی اگر تمہارے والدین تمہیں شرک کرنے کا حکم دیں تو ان کی اطاعت مت کرو، البتہ دنیا کے اندر ان کا اچھے طریقے سے ساتھ دو"

اس بارے میں علمائے دین وضاحت کے لئے نرم رویہ کے ساتھ "مداہنت" کا لفظ استعمال کرتے ہیں کہ حُسنِ سلوک ایسا ہونا چاہیے جس میں مداہنت (سستی یا غفلت) کی وجہ سے امربالمعروف اور نہی عن المنکر نہ چھوٹ جائے جس کی فرضیت اور تدریج کی صورتیں معروف ہیں لہٰذا تشدد و تصادم سے بچنے کی پوری کوشش کرنی چاہئے۔ تاہم نیکی کے فروغ اور برائی میں رکاوٹ کی تدابیر نہ چھوڑی جائیں۔

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

(۳) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

﴿ سَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا، يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَبَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا ﴾

"یعنی دین میں سیدھے رہو اور مفاہمت کا رویہ اپناؤ، جس میں اجنبیت سے بچنے کی کوشش ہو" (بخاری: ۳۹، ۵۶۷۳، ۶۴۶۳، ۷۲۳۵) (بہ تصرف)

نیز آسانی اور خوشی دلانے کا انداز ہو، نفرت اور دوری کا رویہ نہ ہو۔ مطلب واضح ہے کہ دین کی واضح اور سیدھے اور سادے انداز میں تبلیغ کرو، یوں نہیں کہ نوجوانوں کے جذبات اُبھار کر انہیں ورغلاؤ، بلکہ اس انداز سے اصلاحِ احوال کی کوشش کرو کہ لوگ تمہارے اخلاق و کردار سے متاثر ہو کر تمہاری طرف کھنچے چلے آئیں۔ لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرو، انہیں خوشخبری سناؤ اور نفرت مت دلاؤ۔

(۴) اسلام تو دعوت میں تصادم اور کشمکش سے اس حد تک بچنے کی ترغیب دلاتا ہے کہ اگر کسی سے مناظرے کی کوئی شکل پیدا ہو جائے تو اس سے بھی حتی المقدور اِعراض کیا جائے کیونکہ مناظرہ دعوت نہیں بلکہ دفاع ہے جب کہ اصل مقصود دوسرے کی ہدایت ہوتی ہے۔ دفاع تو اپنی مجبوری ہوتی ہے:

﴿ وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ ﴾ (القصص: ۵۵)

"یعنی وہ (مومن) جب کسی سے لغو بات سنتے ہیں تو اس سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے عمل ہمارے لئے اور تمہارے عمل تمہیں مبارک، ہماری طرف سے تم کو سلام ہو، ہم جاہلوں کی رفاقت نہیں چاہتے"

(۵) دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ﴾ "یعنی جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان سے منہ پھیر لو حتی کہ وہ کسی دوسری بات میں بحث کرنے

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

لگیں"

مندرجہ بالا آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں مناظرے کی کوئی صورت پیدا ہوجائے وہاں کنارہ کشی اختیار کرلی جائے تاکہ میدانِ دعوت میں کسی قسم کا جدال پیدا نہ ہو، حالات قابو میں رہیں اور فضا میں تشدد و تناؤ نہ آنے پائے۔ ایسی صورت میں "دور سے سلام کہنا عبادُ الرحمٰن کی صفت ہے:

﴿ وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا ﴾ (الفرقان: ٦٣)

کیونکہ اس وقت برائی کی حس بیدار ہوتی ہے، جس کے ختم ہونے کا اسلام انتظار کرتا ہے تاکہ اس برائی کے مقابلے میں نیکی کی حس بیدار ہو اور دعوت الی اللہ کا کام موثر انداز سے کیا جاسکے۔

(٦) ﴿ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ﴾ (الانعام: ١٠٨)

جو مشرک اللہ کے سوا کسی کو بھی پکارتے ہیں، تم انکے شرکاء کو برا نہ کہو کہ کہیں وہ نادانی میں اللہ ہی کو گالیاں دینے لگیں

اس آیتِ قرآنیہ میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین اور ان کے معبودانِ باطلہ کو گالیاں دینے سے منع فرمایا ہے کیونکہ اس کے نتیجے میں وہ بھی اللہ تعالیٰ کو گالیاں دے سکتے ہیں۔ چنانچہ اس سے بھی دعوت حقیقی کا مزاج سامنے آتا ہے کہ کس طرح اسلام اپنے دعوتی مزاج، حسنِ اخلاق، ہمدردی اور محبت کو اجاگر کرتا ہے اور تصادم و کشمکش سے بچنے کا حکم دیتا ہے۔

ایک وہم اور اس کا ازالہ:

بعض لوگوں کا خیال ہے، نبی اکرم ﷺ کا یہ دعوتی مزاج صرف مکہ مکرمہ میں تھا پھر ہجرت مدینہ کے بعد آپ ﷺ نے مسلح کاروائیاں شروع کردی تھیں۔ اس لئے اس وقت بھی مسلح یا متصادم دعوت ہی موثر ہوسکتی ہے، لیکن ان لوگوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ مدنی زندگی میں آپ ﷺ نے مسلح جنگوں میں گو خود باقاعدہ شرکت کی ہے لیکن پھر بھی دعوتی مزاج جو کہ صلح اور حُسنِ سلوک کا ہے اسے آپ ﷺ نے آخر دم تک نہیں چھوڑا، صلحِ حدیبیہ کے موقع پر جبکہ صحابہ کرام

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

رضی اللہ عنہم صرف اور صرف عمرہ ادا کرنے کے لئے بیت اللہ میں جانا چاہتے تھے اور اجازت نہ ملنے کی وجہ سے وہ کافی آزردہ ہو گئے تھے، کافروں نے جب بظاہر انتہائی رُسوا کن شرائط منوائیں تو اس وقت بھی آپ ﷺ نے صلح کا پہلو ترک نہیں فرمایا، پھر فتح مکہ کے بعد آپ ﷺ نے جن مُبلغین کو کچھ علاقوں کی طرف روانہ کیا تھا، انہیں تصادم یا کشمکش برپا کرنے کا نہیں بلکہ اس انداز سے تبلیغ کرنے کا حکم دیا تھا کہ اگر وہ اللہ کی توحید کو مان لیں تو انہیں پانچ نمازوں کی فرضیت کے بارے میں آگاہ کرو، پھر اگر وہ نمازیں پڑھنے لگ جائیں تو انہیں آہستہ آہستہ روزوں اور زکوۃ کے بارے میں بتلاؤ کیا یہ انداز مسلح یا متصادم دعوت کا سبق دیتا ہے یا ایسی دعوت کا کہ جس میں خیر خواہی اور ہمدردی ہو؟ اور حتیٰ کہ جہاد بالسیف سے بھی آپ ﷺ نے دعوت الی اللہ کو مقدم رکھا ہے۔ روایات میں موجود ہے کہ جنگ کرنے سے پہلے آپ ﷺ دشمنوں کو اسلام کی طرف بلاتے، ورنہ جزیہ قبول کرنے کے لئے کہتے اور آخری اقدام قتال کا اختیار فرماتے، اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں قتال کی حکمت ظلم و ستم کو ختم کرنا ہے نہ کہ کفر کو جزاً ختم کرنا اس سلسلہ میں درج ذیل آیات قرآنی پر غور فرمایئے:

﴿ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ ﴾ (الانفال: ۳۹)

"اور ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ و فساد مٹ جائے اور سارا دین اللہ کے لئے قائم ہو جائے"

﴿ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ﴾ (الشوریٰ: ۴۲)

"تشدد و انتقام پر ملامت صرف ان لوگوں کو ہے جو لوگوں پر زیادتی کریں اور زمین میں ناحق سرکشی اختیار کریں"

چنانچہ لڑائی کا مقصد ظلم اور فتنے کا خاتمہ ہوا، کفر کا خاتمہ نہیں کیونکہ کفر تو صرف دعوت کے ذریعے ختم ہو سکتا ہے جبکہ ظلم لڑائی سے۔ یہی وجہ ہے کہ جب مسلمانوں پر کافر حملہ آور ہو جائیں تو قتال فرض عین ہو جاتا ہے۔ لیکن اس سے یہ مغالطہ نہیں کھانا چاہیے کہ لڑائی صرف

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

بطورِ دفاع ہوتی ہے اقدامی نہیں، جہاد صرف دفاع ہے آگے بڑھ کر چیلنج نہیں، اس نظریے کا رد بالاجمال یہ ہے کہ جہاں کہیں اجتماعی کفر ہوتا ہے وہاں ظلم بھی ساتھ ساتھ ہوتا ہے اس لئے ظلم و ستم کو اور مسلمان جس فتنے میں مبتلا ہوں اسے ختم کرنے کے لئے بھی کفر پر حملہ آور ہوا جاسکتا ہے بلکہ ایسی جگہ جہاں لوگ ظلم و ستم کا شکار ہوں اور جبر و استبداد کے پنجے میں دبے ہوئے ہوں، وہاں اسلام کا رویہ یہ ہے کہ ان کو اس تکلیف سے نجات دلانے کے لئے ظالموں سے جہاد کرو۔

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ ﴾

"مسلمانو! ان سے لڑائی کرو یہاں تک کہ زمین سے فتنہ و فساد (ظلم و جور) کا خاتمہ ہو جائے۔ اور تمام کا تمام دینِ اللہ کے لئے ہو جائے"

غور فرمائیے کہ اسلام کا اس قتال سے مقصد بھی مظلوموں کو ظلم سے آزاد کرانا ہے اور یہی وہ بات ہے جس کو مجاہدین اسلام کفار کی سرزمین پر حملے سے قبل مخالفین کے سامنے رکھتے تھے کہ تم مسلمان ہو جاؤ یا پھر فدیہ دینے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اگر ان دونوں صورتوں میں کوئی بھی قابلِ قبول نہیں تو پھر آخری صورت کے طور پر جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اور اسی بات کا ہی لشکر اسلام کے ایلچی مخالفین کے سامنے اظہار کرتے تھے کہ

"اللہ کی زمین ظلم و ستم کے شکنجے میں ہے ہم تو انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر ایک اللہ وحدہٗ لا شریک کی غلامی میں دینے کے خواہاں ہیں"

تو اسلام اس قتال کی صورت میں بھی مخالفین کی خیر و بھلائی چاہتا ہے اور مجاہدینِ اسلام کا مقصد یہ نہیں ہوتا تھا کہ کسی طرح اس زمین کو تہ تیغ کیا جائے اور اپنی جہانگیری میں لایا جائے بلکہ ان کی اولین ترجیحات یہی ہوتی ہیں کہ اس قتال کے بغیر ہی ان کی بھلائی اور اصلاح کی کوئی صورت نکل سکے۔ غرض یہ کہ ہر حالت میں اسلام کے پیش نظر دوسروں کی خیر خواہی ہے۔ چنانچہ فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ الدین النصیحة......... الخ"

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

تصادم کا رستہ پہلے کس نے اختیار کیا؟

معاشرہ میں تبدیلی پیدا کرنے کے لئے راہِ تصادم اختیار کرنا، تشدد پسندانہ کاروائیاں کرنا، حالات میں تناؤ پیدا کرنا اور گھر گھر میں کشمکش برپا کرنے کا انداز اصل میں کیمونزم کا طریق کار ہے، جس سے بعض اسلامی ملک بھی متاثر ہوئے۔ مثلاً ایران میں انقلاب کے بعد تشدد کی حد کر دی گئی، دشمنوں کو معاف کرنے کی بجائے انہیں تہہِ تیغ کیا گیا اور تشدد کے ذریعہ ایک ہمہ جہت انقلاب برپا کرکے معاشرے کی حالت تبدیلی کی گئی، ارضِ پاکستان میں بھی بعض دینی تحریکیں اس سے خاصی متاثر ہوئیں ہیں اور اقامتِ دین و اصلاحِ معاشرے کے لئے اس طریقے کو مؤثر سمجھتی ہیں، خود سیاسی جماعتیں بھی ایسے وقت میں اس طریقے کو اس وقت اختیار کرلیتی ہیں جب کسی کے اقتدار پر ڈاکہ ڈالنا ہوتا ہے۔

خلاصۂ کلام :

پچھلی ساری بحث کا لُبِ لباب اور حاصل یہ ہے کہ اسلامی معاشرے کی موجودہ افسوسناک صورتحال کو تبدیل کرنے اور اللہ کے دین کو اس میں غالب کرنے کے لئے ضروری ہے کہ "امر بالمعروف ونہی عن المنکر" کا فریضہ سرانجام دیا جائے، کسی خود ساختہ طریقہ کار سے نہیں بلکہ صرف دعوت الی اللہ کے ذریعے اور دعوت بھی ایسی جو کسی بھی تشدد و تطرف سے خالی ہو اور ہمدردی، خیر خواہی، محبت اور اعلیٰ اخلاق و کردار سے مزین ہو، لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی اشد ضروری ہے کہ جہاں کہیں مسلمان کافروں کے ظلم و ستم کی چکی میں پس رہے ہیں وہاں عملی طور پر جہاد میں شرکت کی جائے یا مجاہدین کی مدد اور ان کا ہر طرح سے تعاون کیا جائے، جہاد کا مقصد صرف اور صرف "اعلاء کلمۃ اللہ" ہو نہ یہ کہ افغانستان کی طرح اپنی جماعت کی حکمرانی قائم کرنا اور کتنا اچھا ہو کہ خود مسلمان حکومتیں اپنی فوجیں میدان جہاد میں لائیں اور کافروں کے سامنے ڈٹ جائیں!! یا کم از کم اتنا تو ضرور ہو کہ جو تنظیمیں، تحریکیں اور جماعتیں اس وقت جہاد میں مصروف ہیں وہ بجائے اس کے الگ الگ اپنے اپنے محاذوں سے لڑیں اور اپنی قوت منتشر کئے رکھیں اور اپنے

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

نوجوانوں کی شہادت کا ڈھنڈورا پیٹیں، متحد ہو کر لڑیں تاکہ ان کی قوت مجتمع رہے اور صرف اللہ کے دین کو غلبہ حاصل ہو نہ کہ شخصیات کو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ واطیعوا اللہ ورسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم واصبروا ان اللہ مع الصابرین ﴾ (الانفال: ٦٤)

وما توفیقی الا باللہ

وہ عالِم اہلِ عالَم میں بڑا مجہول ہوتا ہے

عبدالرحمٰن عاجز مالیرکوٹلوی

بیان ایسا کہ جو قرآن سے منقول ہوتا ہے
ہر اہل عقل و دانش کے لئے معقول ہوتا ہے

بشر کا قول جو ہوتا ہے وہ معمول ہوتا ہے
فرشتوں کے دفاتر میں وہ سب منقول ہوتا ہے

عمل وہ جو ریاء و حرص و لالچ سے مبرا ہو
وہی اس بارگاہ ناز میں مقبول ہوتا ہے

کشش منصب میں کیا ہے اور کیا وقعت ہے منصب کی
وہی جانے کسی منصب سے جو معزول ہوتا ہے

کسی گھر میں برائی گرچہ اہل بیت کرتے ہیں
مگر خود سربراہ بیت بھی مسئول ہوتا ہے

ہر اہل ملک کا معمول بن جاتا ہے ویسا ہی
کہ جیسا سربراہ ملک کا معمول ہوتا ہے

خطاب ایسا نہیں نافع بیاں ایسا نہیں بہتر
نصیحت کی بجائے جس میں طنز و طول ہوتا ہے

نہ جس کا قول ہی محکم نہ جس کا فعل ہی احسن
وہ عالم اہل عالم میں بڑا مجہول ہوتا ہے

خدا کے ہاں ملے گا مرتبہ اس کو شہادت کا
جو اپنی آبرو کے واسطے مقتول ہوتا ہے

گنہ کے بعد دل میں شرم ہو لب پر اگر توبہ
گنہ اس کا وہ اس کی سہو پر محمول ہوتا ہے

سمجھتا ہے جو انسان لحہ لحہ قیمتی اپنا
وہ کب بے فائدہ اشغال میں مشغول ہوتا ہے

فریب زندگی اس وقت کھل جاتا ہے اے عاجز
کہ جب انسان کو پیغام اجل موصول ہوتا ہے

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ